(۱۹)

مومن اپنی خدمات پر تکبر نہیں کرتے

(فرمودہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۱۴ء بمقام قادیان)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت کی

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ. وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ. فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ. قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [1]

پھر فرمایا کہ:۔

پچھلی آیات میں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ خلفاء ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں اور جب کبھی وہ آئے ہیں ان کا مقابلہ کیا گیا۔ اور بڑے بڑے لوگوں نے ان کے ماننے سے پہلے انکار کیا ہے لیکن ان میں جو سعید لوگ ہوتے ہیں وہ مان لیتے ہیں۔ اب اس نیکوکار گروہ کے علاوہ جو ناواقفی کی وجہ سے خلفاء کا مقابلہ کرتا ہے اس گروہ کا ذکر فرماتا ہے جو شرارت سے مقابلہ کرتے ہیں۔ آدم کا مقابلہ فرشتوں نے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کو کہا

کہ ہم اس سے بہتر ہیں۔ ہم تیرے فرمانبردار ہیں اور تیری تعریف اور تقدیس کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ایسے انسان کو جو کہ دنیا میں لڑائی اور فساد کرے گا فتنے پھیلائے گا ہم سے سجدہ کروایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کی فرمانبرداری کرو لیکن جب اللہ نے ان کو فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ میری اس میں کیا مصلحت ہے تو انہوں نے گردن جھکا لی۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ پس سجدہ میں جھک پڑے۔ اگرچہ پہلے انہوں نے اعتراض کیا تھا لیکن جواب ملنے پر فرمانبردار ہو گئے۔ ہر ایک چیز پر فرشتے مسلط ہیں۔ خدا نے ان کو حکم دیا کہ جس چیز سے انسان فائدہ اٹھانا چاہے یا اس کو استعمال کرنا چاہے اس کو روکنا نہیں۔ یہی فرشتوں کی فرمانبرداری ہے جو کہ آدم کے لئے کروائی گئی۔

ایک ملائکہ انسان ہوتے ہیں ان کو امام وقت کی فرمانبرداری کا حکم ہوتا ہے گو ان کا دل مانے یا نہ مانے لیکن وہ فرمانبرداری کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ فرشتے تھے لیکن سب کو حکم تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کرو۔ پہلے انہوں نے انکار کیا لیکن ملائکہ تھے آخر مان گئے اور سجدہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات چھوڑ اپنی وفات تک سر نہ اٹھایا اور ساری عمر میں کسی نے ان کے منہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کوئی اعتراض نہ سنا مگر آنحضرت کو بھی ان لوگوں نے جو ابلیس تھے نہ مانا۔ ایک آدم علیہ السلام کے زمانہ کا ابلیس ہوگا۔ بعضوں نے کہا کہ شیطان ملائکہ کا استاد تھا باقی سب فرشتے جنہوں نے سجدہ کیا وہ اسکے شاگرد تھے۔ اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ سجدہ کیلئے جہاں فرشتوں کا ذکر ہے اس کے ساتھ ہی ابلیس کا ذکر ہے اس لئے یہ بھی فرشتہ ہی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے بادشاہ فوج کے کمانڈر انچیف کو حکم دیتا ہے اور وہ اپنا حکم اعلیٰ اور قریبی افسروں کو پہنچاتا ہے اس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام فوج سے اس حکم کی تعمیل کروائے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو پہلے قریبی فرشتوں کو حکم دیتا ہے۔ اور پھر وہ آگے پہنچا دیتے ہیں۔ ملائکہ کو فرمانبرداری کا حکم اس لئے ہوا کہ وہ دنیا سے فرمانبرداری کرائیں لیکن ابلیس نے انکار کر دیا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی اس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور کہا کہ میں نہیں مان سکتا۔ جو انسان یہ کہے کہ ”میں نہیں مان سکتا“ وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ البتہ جو حق بات پر غور کرے اور درست و غلط میں تمیز

کرے وہ مان سکتا ہے اور ہدایت بھی پا سکتا ہے۔ ابلیس میں یہ نقص تھے۔

(۱) اول اباء کیا۔ (۲) تکبر کیا کہ ہم مان نہیں سکتے۔ ہم بڑے آدمی ہیں ہم نے بڑی بڑی خدمتیں کی ہوئی ہیں۔ اور اس نے ابھی کچھ نہیں کیا۔ البتہ اس نے فتنہ ڈلوا دیا ہے آج صبح کی نماز میں سورۃ سجدہ پڑھتے ہوئے خدا نے اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ [۲] کے یہ معنی میرے دل میں ڈالے کہ مومن وہی ہوتا ہے جو کہ دین کی خدمت تو کرے لیکن اپنی خدمات پر اظہارِ تکبر نہ کرے۔ اِنَّمَا کے معنی ہیں سوائے اس کے نہیں۔ یعنی سوائے ان لوگوں کے کوئی مسلمان نہیں جن کو آیتیں سنائی جاتی ہیں تو فرمانبرداری کرتے ہیں اور خدا کو پاک ثابت کرتے ہیں۔ اور پھر یہ نہیں کہتے کہ ہم نے بڑی فرمانبرداری کی اور بڑی بڑی خدمتیں کی ہیں۔

مومنوں کی یہ نشانیاں ہوتی ہیں (۱) خود فرمانبردار ہوتے ہیں (۲) لوگوں میں خدا کو پاک ثابت کرتے ہیں (۳) اپنی خدمات کا اظہار اور ان پر تکبر اور تفاخر نہیں کرتے۔ شیطان نے انکار کیا کہ میں نے یہ یہ خدمتیں کی ہیں اور میں بڑا ہوں۔ آدم نے کیا کیا ہے جو اس کو خلیفہ بنایا جاتا ہے۔ لیکن کیا اس کو معلوم نہ تھا کہ آدم خدمت کے لئے ہی تو بنایا گیا ہے اور اس کے خدمت کرنے کا وقت اب آیا ہے اگر اس نے اس سے پہلے خدمت کی ہوتی تو پہلے کیوں خلیفہ نہ بنتا۔ خلیفہ خدمت کرنے کے لئے ہی مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ انسان جو خلیفہ کا انکار کرتا ہے اس کے اندر پہلے ہی خرابی ہوتی ہے اور ضرور کوئی نہ کوئی گند اس میں ہوتا ہے اسی لئے انکار کرتا ہے۔ ورنہ ممکن نہیں کہ وہ تو خدا کا سچا فرمانبردار اور پکا مومن ہو لیکن خدا اس کا انجام بُرا کر دے۔ یہ اس کا اپنا ہی قصور ہوتا ہے دشمنی، بغض، جہالت اور ناپاکی اس کے اندر کسی نہ کسی گوشے میں ضرور ہوتی ہے جو اس کو حق سے باز رکھتی ہے چاہے کوئی مانے یا نہ مانے اور کسی کو بُرا ہی لگے۔ لیکن میں تو صاف کہوں گا کہ اس زمانہ میں جنہوں نے مخالفت کی ہے وہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول پر اعتراض کئے اور وہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو خط لکھے کہ تم روپیہ کھا جاتے ہو کیا وہ اپنے خطوط سے انکار کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے لکھا تھا کہ ہمیں تو قربانیاں کرنے کے لئے کہا جاتا ہے لیکن خود زیور بنواتے ہیں۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ صحابہ بھوکے رہتے تھے اور خود اچھے اچھے کھانے کھاتے ہیں اور عالیشان مکانوں میں رہتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آدم کو کہا کہ جاؤ جنت میں جہاں چاہو رہو۔ شیطان تمہارا کر ہی کیا سکتا ہے۔ تم اس کی طرف متوجہ مت ہو اور جنت میں جہاں چاہو کھاؤ۔ ہاں ایک بات یاد رکھنا کہ میرے جو شریعت کے احکام ہیں ان کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ شجرہ کے معنی لوگ گیہوں کا درخت یا لڑائی جھگڑا اور اختلاف کرتے ہیں۔ میں اس کے معنی سمجھنے میں بڑی توجہ اور غور کرتا رہا ہوں اور خدا سے دعا کرتا رہا ہوں کہ اے الٰہی! اس کے معنی مجھے قرآن سے ہی سمجھا دے۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس کے معنی قرآن ہی سے سمجھائے ہیں۔

قرآن شریف میں دو شجروں کا ذکر آیا (۱) اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ ۳؎ (۲) مَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیۡثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیۡثَۃِ ۣ اجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ ۴؎ ایک نیک نام ہیں وہ نیک شجر ہیں اور بد باتیں بد شجر۔ قرآن شریف نے نیک اور بد باتوں کا نام شجر رکھا ہے۔ آدم علیہ السلام کو خدا نے فرمایا۔ کہ اگر ایسا کرو گے۔ یعنی خدا کے احکام کی خلاف ورزی کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ پھر چونکہ شیطان آدم کا دشمن تھا اس لئے باہم ان میں لڑائی اور جنگ شروع ہوگئی اور جنگ میں غلطیاں بھی ہو جایا کرتی ہیں آدم سے غلطی ہوئی اور فتنہ پڑ گیا یعنی جس آرام و آسائش سے وہ رہتے تھے اس میں نہ رہے جیسا اب ہوا ہے۔ پہلا امن کہاں ہے۔ فَاَزَلَّہُمَا الشَّیۡطٰنُ ان کو کوئی غلطی لگ گئی۔ یہاں ابلیس کا لفظ خدا نے نہیں فرمایا۔ ابلیس اور شیطان کے ایک معنی نہیں ہیں۔ ابلیس تو وہ ہے جس کے متعلق خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا میرے بندوں پر کوئی تسلط نہیں ہے۔ شیطان شَطَنَ سے نکلا ہے۔

بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ۔ رسول کریم ﷺ کے بعد خلافت کے منکرین خلیفہ کی بیعت کرنے والوں کے دشمن ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو مسلمان قیامت تک متفق نہ ہو سکیں گے ۵؎ پھر ایسا ہی ہوا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے کبھی جمع نہیں ہوئے اور نہ ہو سکیں گے۔ ہمارے مسیح کو بھی الہام ہوا وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۶؎ کیسی خطرناک سزا ملی۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلے یہودی تھے اور پھر مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے بائیبل میں نہ معلوم کس طرح یہ پیشگوئی نکالی تھی کہ ایک نبی آئے گا لوگ اگر اس کے خلیفہ کو مار دیں گے تو ہمیشہ ان میں دشمنی اور پھوٹ رہے گی۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ[۳] پھر جب مسلمانوں نے دیکھا کہ اب تو دشمنی ہوگئی ہے تو ڈر گئے کہ اب کیا کریں گے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہاں دنیا میں ہی گزارہ کرنا ہوگا ایک وقت تک۔ پھر آدم نے توبہ کی اور کہا کہ کوئی غلطی ہوگئی ہے جس سے فساد بڑھ گیا ہے اب کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ استغفار کرو ہم معاف کر دیں گے۔ آجکل بھی خلافت کے جھگڑے میں ہمارے بعض لوگوں سے لکھتے وقت بعض سخت کلمات نکل گئے ہیں حالانکہ فریق مخالف نے بہت سخت لکھے ہیں اور ابتداء بھی انہیں کی ہے پس جن دوستوں سے غلطی ہوئی یا جن کی وجہ سے فتنہ میں ترقی ہوئی ہو وہ توبہ کر لیں بس یہی علاج ہے۔

فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ۔ خلافت ہمیشہ قائم رہے گی آدم سے لے کر آج تک خلافت میں وقفہ نہیں ہوا۔ کئی روحانی اور جسمانی خلافتیں ہوئی ہیں اگر روحانی نہ رہی تو جسمانی ہوگئی۔ اور جسمانی نہ رہی تو روحانی رہی ہے۔ پس جو کوئی اس ہدایت کی پیروی کرے گا اس کو کوئی فکر نہیں اور جو لوگ انکار کریں گے وہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم تھے ان کا مقابلہ کیا گیا۔ اور بعض صحابہ سے غلطیاں ہوئیں لیکن پھر انہوں نے غلطیوں کی اصلاح کر لی۔ غلط کہتے ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ ماموروں اور ان کے خلیفوں کا انکار کر کے بھی ہم سکھ پا سکتے ہیں۔ ہر ایک ہم میں سے آدم ہے جن نہیں۔ خدا نے سب پر آدم کا لفظ بولا ہے اور ہر ایک سے اس کا الگ الگ معاملہ ہے۔ ایک باپ کا بیٹا خلیفہ ہوتا ہے پھر بڑی قوم کا سردار خلیفہ ہوتا ہے۔ پھر غیر مامور خلیفے اور پھر انبیاء کے خلیفے ہوتے ہیں ان کے الگ رتبے ہوتے ہیں۔

اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو۔ مبارک ہے وہ انسان جو اپنی غلطیاں اپنے اوپر لگائے نہ کہ خدا پر۔ خدا سے اپنا تعلق مضبوط کرو اور ملائکہ کی طرح فرمانبرداری اختیار کرو۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں صحابہ زیادہ تھے اور شریر لوگ تھوڑے لیکن جس قدر زمانہ گزرتا گیا وہ اتنے ہی زیادہ ہوگئے اور صحابہ کم۔ اور پھر تیرہویں صدی میں تو مسلمانوں کی یہ حالت ہوگئی کہ جس سے کہا جاتا ہے کہ جنگلی درندوں نے بھی پناہ مانگی ہے۔ اب چودھویں صدی کا مبارک زمانہ ہے اس میں اپنے اندر اصلاح پیدا کرو اور خدا کے سچے فرمانبردار بن جاؤ۔

(الفضل ۲۹۔ اپریل ۱۹۱۴ء)

۱۔ البقرة:۳۵تا۴۰ ۲۔ السجدة:۱۶ ۳۔ ابراھیم:۲۵

۴؎ ابراھیم:۲۷

۵؎ تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۱۱۵ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۳۲۳ھ میں یہ بات عبداللہ بن سلام کی طرف منسوب ہے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت سے قبل ناصحانہ انداز میں کہا تھا کہ:۔

"وَاِنَّ سَيْفَ اللّٰهِ لَمْ يَزِلْ مَغْمُوْدًا وَاِنَّكُمْ وَاللّٰهِ اِنْ قَتَلْتُمُوْهُ لَيُسَلَّنَّهُ اللّٰهُ ثُمَّ لَا يَغْمِدُهٗ عَنْكُمْ اَبَدًا"

۶؎ تذکرہ صفحہ ۶۱۔ایڈیشن چہارم